وہ عمرِ رفتہ کی چند گھڑیاں......

محمد الیاس میراں پوری

محسنِ احرار، ابنِ امیرِ شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا سے رخصت ہوئے دو سال بیت گئے ہیں۔ ۱۲/نومبر ۱۹۹۹ء کو انہوں نے ہمیں الوداع کہا تھا۔ ارادہ تھا کہ ان کے شایانِ شان ''نقیبِ ختمِ نبوت'' کا ایک ضخیم نمبر شائع کیا جائے لیکن وسائل کی قلت راستے میں حائل ہوگئی۔ اس اشاعت میں اُن کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے چند مضامین شامل کئے جا رہے ہیں۔ ان شاء اللہ! باقی مضامین کتابی صورت میں جلد پیش کئے جائیں گے۔ (ادارہ)

بعض لوگ غیر محسوس طور پر دوسروں کی زندگیوں پر گہرے اثرات چھوڑ جاتے ہیں۔ وہ چھتنار درخت کی مانند خود دھوپ برداشت کرتے ہیں اور دوسروں کو اپنے سائے سے آرام پہنچاتے ہیں۔ سید عطاء المحسن بخاریؒ کی شخصیت بھی ایک ایسے ہی محسنِ قوم کی شخصیت تھی کہ جس نے کئی لوگوں کی زندگیوں کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ انہوں نے لوگوں کے دل جیتے، ذہنوں کو جلا بخشی، روحوں کو اُجالا اور بنجر ویرانوں میں شاداب لفظوں کی گونج پیدا کی۔

شاہ جیؒ کو میں نے غالباً نومبر ۱۹۹۰ء میں اپنے گاؤں ''میراں پور'' (میلسی) میں دیکھا۔ وہاں ''سیرت النبی ﷺ'' کے موضوع پر ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس سے شاہ جیؒ نے خطاب فرمانا تھا۔ محترم حافظ محمد اکرم احرار نے مجھے شاہ جیؒ غائبانہ متعارف کرایا ہوا تھا۔ شاہ جیؒ کو دیکھنے کی خواہش ایک عرصے سے مچل رہی تھی۔ ایک دن حافظ جی نے مجھے کہا کہ شاہ جیؒ یہاں (میراں پور) تشریف لا رہے ہیں۔ میں اُس ایک دن کے لئے، دن گنتا رہا کہ جب شاہ جیؒ کو ہمارے یہاں قدم رنجہ فرمانا تھا۔ میراں پور اور مضافات میں پوسٹر چسپاں کر دیئے گئے۔ لیجئے وہ دن بھی آ گیا۔ نمازِ ظہر کے بعد شاہ جیؒ نے خطاب فرمانا تھا۔ میں نے صبح سے ہی سرخ قمیص پہن لی۔ ادھر شاہ جیؒ کا آمد کا پتہ چلا اُدھر میں فوراً ان سے ملنے حافظ جی کے گھر چلا گیا۔ شاہ جیؒ کے روشن اور منور چہرے پر نظر پڑتے ہی قرونِ اولیٰ کے اکابر کا تصور ذہن میں گھوم گیا۔ حافظ جی نے شاہ جی سے میرا تعارف کروایا۔ وہ مجھے سرخ قمیص میں ملبوس دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور مجھے ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ میں جلسہ گاہ میں سٹیج کے بالکل ساتھ بیٹھ گیا۔ شاہ جیؒ کی آمد پر پورا مجمع استقبال کے لئے کھڑا ہوگیا۔ اُن کے خطاب سے قبل حافظ جی نے نعتیں نظمیں پڑھ کر سامعین کے دلوں کو گرمایا۔ شاہ جیؒ نے خطبہ شروع کیا۔ تلاوت ایسی پر تاثیر تھی کہ دل پگھلتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ خطابت تو ان لوگوں کے گھر کی لونڈی تھی۔ انہوں نے جب چاہا مجمع کو ہنسا دیا اور جب چاہا رُلا دیا۔ دورانِ تقریر، کچھ شر پسند عناصر نے، بے سروپا سوال بھی کئے۔ شاہ جیؒ نے سبھی سوالوں کے مدلل اور تشفی بخش جواب دیئے۔ فرمایا کہ میں سوالات سے گھبرانے والا نہیں، میں تو ان سے محظوظ ہوتا ہوں۔ قریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک وہ ''سیرت

النبی ﷺ‘‘ کے موضوع پر دادِ خطابت دیتے رہے۔

خطاب کے بعد شاہ جیؒ حافظ جی کے گھر تشریف لے گئے تو وہاں لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ میں وہاں پہنچا تو انہوں نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’آؤ بیٹا! میرے پاس بیٹھ جاؤ‘‘۔ میرے لئے یہ الفاظ عظیم سرمایہ تھے۔ شاہ جیؒ نے مجھے مجلس احرار اسلام کے ترجمان، ماہنامہ ’’نقیبِ ختم نبوت‘‘ کا تازہ شمارہ ہدیتہً دیا۔ جب شاہ جیؒ رخصت ہونے لگے تو فرمایا کہ ’’کبھی میرے پاس ملتان آؤ‘‘۔ اور میں نے فوراً اُن سے وعدہ کرلیا۔ کافی دنوں تک ہمارے علاقے میں شاہ جیؒ کی خطابت کے تذکرے رہے۔

شاہ جیؒ نے ’’نقیبِ ختم نبوت‘‘ کا جو شمارہ مجھے دیا تھا، میں نے اس کا بغور مطالعہ کیا۔ مجھے دعوت و تبلیغ کا اسلوب ایسا بھایا کہ میں کچھ عرصے بعد اس کا مستقل قاری بن گیا۔ مذکورہ شمارہ اپنے دوست ناصر کاظمی صاحب کو مطالعہ کے لئے پیش کیا۔ انہوں نے بھی اپنا پرچہ جاری کروالیا۔ میں ذہنی طور پر مجلس احرار اسلام کی انقلابی تحریک میں شامل ہو چکا تھا لیکن ابھی باقاعدہ رکنیت فارم پُر نہیں کیا تھا۔ جون ۱۹۹۴ء میں یہ خواہش بھی پوری ہوئی۔ میرا فارم موجودہ نائب امیر مولانا محمد اسحٰق سلیمی مدظلہ نے پُر کیا۔ جماعت میں شمولیت کے بعد میں نے دوسرے دوستوں کو بھی قائل کرنے کی ٹھانی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے قریباً سبھی احباب مجلس احرار اسلام سے وابستہ ہوئے۔

ایک دن حافظ جی نے تنظیمی کام کے لئے شاہ جیؒ کے نام ایک خط دے کر ملتان بھیجا۔ دورانِ سفر، شاہ جیؒ کے بارے میں قیاس آرائیاں کرتا رہا کہ بہت بڑی کوٹھی میں شاہ جیؒ کی رہائش ہوگی، گاڑیاں ہوں گی۔ جب میں شاہ جیؒ کے یہاں پہنچا تو معاملہ بالکل اس کے برعکس نکلا۔ ایک کشادہ سے احاطے میں ایک سادہ سا مکان تھا، احاطے کا نام ’’دارِ بنی ہاشم‘‘ تھا۔ میں دفتر میں داخل ہوا تو وہاں نواسہ امیر شریعت، ’’نقیبِ ختم نبوت‘‘ کے مدیر محترم سید کفیل بخاری تشریف فرما تھے۔ میں نے حافظ جی کا رقعہ انہیں پیش کردیا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت شاہ جیؒ آرام فرما رہے ہیں۔ جب وہ بیدار ہوں گے تو انہیں یہ رقعہ دے دوں گا۔ اس کے بعد کفیل شاہ صاحب نے میری مصروفیات کے بارے میں پوچھا۔ جماعتی احباب کے بارے میں پوچھتے رہے۔ ابھی ہم آپس میں گفتگو کرہی رہے تھے کہ شاہ جیؒ تشریف لے آئے۔ مجھے دیکھتے ہی خوش ہوگئے۔ نہایت تپاک اور نہایت شفقت سے اپنے قریب بٹھایا۔ خط پڑھ کر اس کا جواب تحریر کردیا اور مجھے فرمایا کہ کھانا کھا کر جانا ہے۔ کھانے کے بعد میں نے اجازت چاہی، تو بخوشی اجازت بھی دی اور دعائیں بھی! اس کے بعد میں بارہا ملتان آیا، جب بھی آتا، شاہ جیؒ کے پاس ضرور حاضر ہوتا۔

ہمارے علاقے میں جہاں بھی شاہ جیؒ کی تقریر ہوتی، میں بھاگم بھاگ پہنچتا۔ وہ ایسے انسان تھے کہ اُن سے خود بخود محبت کرنے کو جی چاہتا تھا۔ مجھے یاد نہیں آتا کہ شاہ جیؒ نے کبھی کسی کی دل آزاری کی ہو۔ کسی کارکن سے کوئی غلطی

ہو جاتی تو ڈانٹ بھی دیتے، لیکن اس ڈانٹ سے بھی ایک اُنس، ایک پیار کا اظہار ہوتا تھا۔

۱۹۹۷ء میں راقم تعلیم کی غرض سے ملتان آیا تو شاہ جیؒ سے ملاقات کے بے شمار مواقع میسر آئے۔ خصوصاً نماز جمعہ دارِ بنی ہاشم میں ادا کرتا۔ وہ لمحات میری زندگی کے قیمتی ترین لمحات تھے۔ امتحانات کے دن قریب آئے تو میں نے شاہ جیؒ سے دعا کی درخواست کی، انہوں نے صدقِ دل سے دعا فرمائی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں نے کالج میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔ جس دن امتحان کا نتیجہ نکلا، میں فوراً شاہ جیؒ کے پاس آیا، انہیں مٹھائی پیش کی اور کامیابی کی نوید سنائی۔ شاہ جیؒ سن کر بہت خوش ہوئے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد، میں نے شاہ جیؒ سے ملازمت کے سلسلے میں دعا کی درخواست کی۔ انہوں نے فرمایا کہ کچھ دنوں تک کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے گی۔ میں انہی دنوں، ایک دوست کے توسط سے، اور شاہ جیؒ کی اجازت سے، ایک جہادی تنظیم کے دفتر سے وابستہ ہوگیا۔ قریباً کوئی تین ماہ بعد، میری تمنا بر آئی۔ اور پھر مجھے شاہ جیؒ کے زیر سایہ ''نقیبِ ختم نبوت'' کے دفتری کارکن بننے کا اعزاز حاصل ہوگیا۔ راقم کی پہلی قلمی کاوش ''جمہوریت کی تباہ کاریاں'' کے عنوان سے ایک بے ربط سا مضمون تھا۔ نظر ثانی کے لئے شاہ جیؒ کو پیش کیا تو بہت خوش ہوئے اور پھر اس کی قطع و برید کر کے اسے اچھا خاصا مضمون بنا ڈالا۔ اس موقع پر شاہ جیؒ نے مجھے ایک قلم بھی ہدیۃً دیا۔ وہ قلم میرے پاس آج تک محفوظ ہے۔

شاہ جیؒ ایک ایسے انسان تھے کہ جس سے شاید ہی کبھی کسی آدمی کو، کوئی گزند پہنچا ہو۔ جو بھی شاہ جیؒ سے ملنے کے لئے آتا وہ یہی سمجھتا کہ شاہ جیؒ سب سے زیادہ محبت اس کے ساتھ کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ مخالفین سے بھی خوش دلی اور گرم جوشی سے پیش آتے۔ لیکن ان کے مخالفین میں کئی ایسے بھی تھے کہ جو اخلاقیات کی تمام حدود عبور کر گئے۔ خوفِ خدا سے عاری، بعض بد باطنوں نے انہیں ''خارجی'' اور ''یزیدی'' جیسے ''القاب'' سے بھی نوازا لیکن شاہ جیؒ نے اس کی ذرہ بھر پروانہ کی۔ وہ اپنے مشن اور مؤقف پر ڈٹ جانا اور مر مٹنا جانتے تھے۔ کوئی بڑے سے بڑا لالچ اور یا کوئی سنگین سے سنگین دھمکی ان کے راستے میں رکاوٹ پیدا نہ کر سکی۔ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''انسان کو مخالفین سے خائف ہو کر کام نہیں چھوڑنا چاہیے''

ابنائے امیر شریعت کے بارے میں آغا شورش کاشمیریؒ نے کہا تھا کہ '' شاہ جیؒ کے بیٹے باپ تو نہیں، باپ کا عکس ضرور ہیں''۔ شاہ جیؒ اپنے والد ماجد، بطل حریت، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی سچی تصویر تھے۔ شاہ جیؒ میں اپنے والد محترمؒ کے فقر و غیرت کی جھلک بخوبی موجود تھی۔ تلاوت کا ایسا پر تاثیر انداز تھا کہ سننے والا مسحور اور مبہوت رہ جاتا۔

ایک عرصے سے میری خواہش تھی کہ شاہ جیؒ کا آٹو گراف لیا جائے۔ ایک دن ان سے عرض کیا کہ کوئی نصیحت فرما دیں۔ لائبریری میں موجود کتابوں کی طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے'' یہ ساری کتابیں نصیحت ہی تو ہیں''۔ میں نے

اصرار کیا تو بڑی محبت وشفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے آٹو گراف دیا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

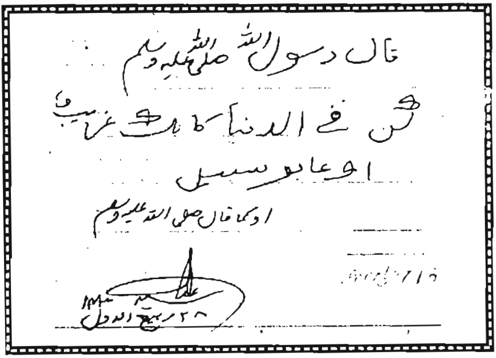
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کن فی الدنیا کانک غریب
او عابر سبیل
او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''دنیا میں مسافر یا راہ گیر کی طرح رہو''

اور شاہ جیؒ نے اپنی پوری زندگی، اسی حدیث مبارک کے مطابق گزاری۔

شاہ جیؒ پر بہت کچھ لکھا جا چکا، اور لکھا جائے گا۔ میری یادیں محدود اور لفظ محدود تر ہیں۔ بھلا میں اور کیا لکھوں۔ میں پہروں ان کی یاد میں کھویا رہتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ جو گھڑیاں مجھے شاہ جیؒ کی خدمت میں میسر آئیں، وہ اتنی مختصر کیوں نکلیں؟ اور پھر جواب میں از خود وہی شکستہ مصرعہ دہراتا ہوں کہ......... ع

تیری ہستی کو چند لفظوں میں سمیٹوں کیسے.......... ؟

بقیہ از ص ۲۸ پر

حالانکہ اس ڈرامے کی چنداں ضرورت نہیں کہ جب مدعی اور منصف امریکہ بہادر خود ہے اور بغیر ثبوت کے اس نے صلیبی جنگ کا آغاز کر دیا ہے۔ وہ تو جب چاہے، قیامت ڈھا دے اور اقوام عالم سے خوفزدہ ہونے کی اسے کیا ضرورت ہے کہ ان کے سرکردہ اس قتل عام میں اس کے دست و بازو ہیں۔ اقوام متحدہ اس کی رکھیل ہے اور اس کے رکن ممالک کے سربراہان کی اکثریت اس کے لونڈے۔ اب ڈر کا ہے کا؟ جس سے ڈرنا چاہیے، وہ خود ان شاء اللہ زمین میں فساد کو فروغ دینے والوں کیلئے کافی ہے۔

الحمدللہ! مسلمان پریشان نہیں، کیونکہ موت اور اس کے آنے کا طریقہ اللہ کے علم میں مقرر ہے، ایک سیکنڈ کا ہیر پھیر نہ ہوگا۔ ایسے آ جائے تو کیا کہنا! شاید ہم سیاہ کاروں کی بخشش کا سامان ہو جائے۔

☆☆☆